عزیز نواسہ کو سینہ سے لگاکر علوم و معارف کا گنجینہ اُنڈیل دیا۔ مرشد برحق کی روحانی تربیت کا یہ نقطۂ عروج تھا۔ علم سفینہ سے علم سینہ تک سب کچھ بخش دیا اور علمی و روحانی نوازشات کے سارے دروازے کھول دیے۔ ایک روز حضرت کے کئی خاص مریدین آگئے۔ آپ نے شیرینی منگوائی۔ قل فاتحہ کا انتظام ہوا۔ مُریدین و اہل خانوادہ کی موجودگی میں جمعہ کی مبارک ساعت میں حضرت مؤلف مدظلہ العالی کو خلافت سے نوازا۔ مجاز و ماذون فرمایا اور ۱۵؍ رمضان المبارک کو اِس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت کے حسب ارشاد حضرت مؤلف آستانۂ اشرفیہ کے سجادہ نشین ہوئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔ ابھی حضرت کی عمر اٹھارہ ۱۸ سال تھی۔ ابتدا سے ہی مندرجہ ذیل کتب سے خاص شغف رہا۔ "لطائف اشرفی، مکتوبات اشرفی، مکتوبات امام ربّانی، کشف المحجوب، عوارف المعارف، فوائد الفوائد، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، شفا شریف، مدارج النبوۃ، شواہد النبوۃ، مثنوی مولانا روم" وغیرہ

شادی

نومبر ۱۹۴۶ء میں حضرت مؤلف کا رشتۂ مناکحت، عارف باللہ قدوۃ الاصفیاء حضرت مولانا الحاج الشاہ سید محی الدین اشرفی جیلانی عرف اچھے میاں کی صاحبزادی سے کچھوچھہ شریف میں ہوا۔ حضرت کے خسر محترم سراج الاصفیاء شیخ المشائخ حضرت سید شاہ اشرف حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کے پوتے تھے اور خوش دامن صاحبہ علیہا الرحمہ، قدوۃ المشائخ اعلیٰ حضرت شاہ سید علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین علیہ الرحمہ کی پوتی تھیں اور بلاشبہ مذکورہ دونوں بزرگ خانوادہ اشرفیہ کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ حضرت سید اشرف حسین علیہ الرحمہ، حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی اور مُرشد تھے۔

حضرت کی ابتدائی خطابت

۱۹۴۹ء میں کچھوچھہ شریف میں کسی تقریب کے موقعہ پر میلاد شریف کا اہتمام ہوا۔ حضرت کے علاوہ خاندان کے دیگر نوجوان علماء کو بھی دعوت تقریر دی گئی۔ شام کو اطلاع ملی کہ حضرت محدّث اعظم ھند علیہ الرحمہ بھی دورہ سے واپس تشریف لائے ہیں اور صاحب محفل کو

کہلایا ہے کہ میں بہت تھکا ہوں لیکن میلاد شریف میں شرکت کروں گا۔ وقت پر حضرت مؤلف محفل میں پہنچے تو سامعین تو بکثرت تھے مگر علماء حضرات نہیں آئے تھے۔ حضرت نے تقریباً ایک گھنٹہ تقریر کی۔ بار بار خیال آیا کہ حضرت محدث اعظم ہند تشریف لاتے ہوں گے لیکن حضرت کو بھی نہ دیکھا تو تقریر ختم کردی اور صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت محدث صاحب تشریف لائے تھے۔ باہر کرسی بچھا دی گئی اور صلوٰۃ وسلام کے بعد فوراً چلے گئے۔ صبح کو حضرت سے ملنے گئے تو بہت خوش ہوئے۔ بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنی رفاقت میں دو سال رکھا۔

رشد وہدایت کا سلسلہ

جوار میں رائے بریلی، سلطان پور ضلع کا ایک بہت بڑا علاقہ صدیوں سے اسی سجادہ سے وابستہ رہا۔ شروع میں اسی حلقۂ مریدین کا دورہ رہا۔ پھر سلسلہ کی اشاعت ہوتی رہی۔ ملک کے علاوہ بیرون ملک، پاکستان، بنگلہ دیش، ماریشش میں خوب سلسلہ کو فروغ دیا۔

صاحبزادگان

اسی سلسلۂ رشد کی کڑی تھی بڑے صاحبزادے خطیب اعظم، مفکر اسلام حضرت علامہ سید محمد کلیم اشرف جیلانی ولی عہد آستانہ اشرفیہ کی منصوبہ بند تعلیم وتربیت ہائی اسکول تک جائس میں پڑھایا۔ انٹرمیجیٹ کے لئے سلطان پور کے ایم۔ ایس۔ وی انٹر کالج میں داخلہ کرایا اور قیام کا انتظام جامعہ عربیہ سلطان پور میں اور طعام کا انتظام ایک جائسی ہوٹل میں کیا۔ انٹر کے بعد ہی جامعہ میں درس نظامی کا سلسلہ شروع ہوا۔ جہاں متوسطات تک تعلیم ہوئی۔ پھر امام النحو، غزالئ عصر حضرت علامہ الحاج سید غلام جیلانی اشرفی علیہ الرحمہ کے پاس میرٹھ بھیج دیا جہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور تین سال سے زیادہ ان کی وقیع صحبت میں رہے۔ وہیں میرٹھ یونیورسٹی سے بی۔ اے ریگولر پاس کیا۔ پھر ایم۔ اے بھی کیا۔ دورۂ حدیث جامعۂ نعیمیہ مرادآباد سے کرایا۔ بعد فراغت وہیں چار سال درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ الحمد للہ آج مولانا کی خطابت کی گونج برصغیر ہی میں نہیں افریقی اور یورپی ملکوں میں بھی ہے۔ ۱۹۸۵ء میں سنی عالمی کانفرنس ممبئی میں شرکت کے بعد لندن میں

عالمی حجاز کانفرنس کو خطاب کیا اور انگلینڈ، ہالینڈ میں تین ماہ سے زیادہ قیام رہا۔ تقریباً دونوں ملکوں کے ہر شہر میں اپنی کامیاب خطابت کا پرچم لہرایا۔

حضرت مؤلف کے دوسرے مایۂ ناز صاحبزادے فاضل محقق مولانا سید علیم اشرف اشرفی جیلانی نے معقولات اور منقولات کی تکمیل و فراغت کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے عربی ادب میں ایم۔ اے کیا اور "الحرکۃ العقلیہ فی الاسلام" کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا رجسٹریشن کرالیا ہے۔ ریسرچ کا سلسلہ جاری ہے۔ آج کل ماریشش افریقہ کے تبلیغی دورہ پر ہیں۔

تحصیل علوم دینیہ کرنے والے تیسرے صاحبزادے مولانا سید قسیم اشرف عرف حسن میاں ابھی براؤں شریف میں زیر تعلیم ہیں۔ باقی تین صاحبزادے جدید اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ جناب ایڈوکیٹ سید احمد اشرف فہیم اشرفی جیلانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے لاگریجویٹ ہیں۔ جناب سید ندیم اشرف ایم۔ اے میں بہترین ادیب اور جدید لب ولہجہ کے شاعر ہیں۔ جناب سید شمیم اشرف لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کر رہے ہیں۔ حضرت کی ایک صاحبزادی بھی ہیں جو راقم سے منسوب ہیں۔

طرز ہدایت

حضرت کا طریقہ رشد و ہدایت نہایت سادہ مگر دل نشین ہے۔ طرز تعلیم میں ادبی چاشنی ہوتی ہے۔ اسلوب بیان انتہائی بلیغ اور پُر اثر۔ حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مخاطب کے معیار کے مطابق گفتگو فرماتے ہیں۔ حضرت کی مجلسی گفتگو نہایت پُر مغز، شُستہ، فکر انگیز اور اثر آفرین ہوتی ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر سابقین اہلِ خانقاہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ہر بیٹھنے والا اپنے کو مخاطب سمجھتا ہے۔ ہر نو وارد کی طرف متوجہ ہو کر خیریت دریافت کرتے ہیں۔ نشست کے لئے اشارہ کرتے ہیں۔ پھر سلسلۂ کلام جاری ہو جاتا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب کی طرف یکساں التفات رہتا ہے۔ ہر حاجت مند کی حاجت روائی اور ہر سائل کی تسکین خاطر وطیرہ ہے۔ ہر ایک سے نہایت متواضعانہ ملتے ہیں۔ تواضع، انکسار، فیاضی، مروت اور دردمندی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بلاشبہ حسن اخلاق کے اوصاف عالیہ سے آراستہ ہیں اور بیشتر آپ کا

موضوعِ گفتگو حسنِ اخلاق اور اصلاحِ معاشرہ رہتا ہے۔ اکثر اخلاق نبوی کے دل نشیں پیرایہ میں ترغیب دیتے ہیں۔ آپ کی بارگاہ سے ہر عمر، ہر طبقہ، ہر شعبۂ حیات اور ہر معیار کے لوگ یکساں فیض یاب ہوتے ہیں۔ ایثار و اخلاص کی خصوصی تلقین فرماتے ہیں اور خود بنفس نفیس تو اس کا مرقع ہیں۔ خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

کتنے ایوانوں کی زینت میری ہمت کا ثبوت
میرا غم خانہ میرے اخلاص کا جرمانہ ہے
جیب و داماں دونوں خالی نام ہے اس کا نعیمؔ
مومنِ مخلص ہے اندازِ سخن رندانہ ہے

خانقاہ اور اہلِ خانقاہ

ایک مرتبہ خانقاہ شریف "زاویۃ النعیم" میں مشہور صحافی جناب طیش صدیقی صاحب نے اپنے رسالہ کے لئے ایک انٹرویو لیا۔ چنانچہ ایک سوال تھا۔ خانقاہوں کے ذریعہ ملک و ملت کی خدمات، آپ ہی کے الفاظ میں جواب ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔" وہ خانقاہیں صاحبانِ سلسلہ اور مقدس صوفیائے کرام ہمیشہ اپنوں کا نخچیر رہے ہیں۔ یہ بہت تلخ مگر مگر معروف حقیقت رہی ہے۔" ان کی زندگی کا سب سے تابناک پہلو یہ رہا کہ غمِ دل اور غمِ دوراں کے یہ شہباز اپنے پیچھے تبلیغ عقائد، حقائق و معارف نیز اخلاق مصطفوی کی ایسی روشن اور ناقابلِ انکار تاریخ چھوڑ گئے جس کا انکار اغیار بھی نہ کر سکے۔ خانقاہوں کے ذریعہ اس دور میں بھی تبلیغ کی کارگزاریاں فیض بخش رہیں۔ عبدالملک کے شوکت و غلبہ کے بعد چالیس علماء عصر کی دستخطوں سے مزین یہ فرمان ایشیا و افریقہ کے ممالک محروسہ میں جاری کیا گیا جس کے مندرجات کا مفہوم یہ تھا کہ ظل اللہ کا حکم و قانون تنقید سے بالاتر ہے اور اگر کسی نے یہ جسارت بیجا کی تو حق یہ ہے کہ اس کی گردن کو بارِ سر سے سبکبار کر دیا جائے۔"

۸۰ — ۱۳۰ھ تک پورے بیس سال اسلام و مسلمانوں کے لئے بے حد تباہی، خوں ریزی اور طوائف الملوکی کے گذرے۔ اسلام کی علمی اور اخلاقی تحریکات پر

جمود طاری رہا۔ اس کے بعد ہی عبد الملک نے کسی طرح غلبہ حاصل کر کے امن و سکون برباد کر دیا مگر مذہب اور سیاست الگ الگ خانوں میں بٹ گئے، اور سیاست کی بالادستی قائم ہو گئی۔ نشان زدہ عبارت فرمان روشن ثبوت ہے۔ بصد اکراہ اہلِ حق اور عام مسلمانوں نے اسے منظور کر لیا اس لئے کہ کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا۔ اہل حق کی ایک جماعت کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہو گئی۔ ایک جماعت نے زہد و توکل اختیار کر کے تعلیمات اخلاق اور تبلیغ و اشاعت اسلام کی طرف متوجہ ہو گئی۔ چنانچہ اموی عہد سے لے کر عباسی دور تک کثیر التعداد نفوس قدسیہ کے تذکرہ و سیر سے اوراق تاریخ روشن ہیں اور موجودہ صدی تک ان کا سلسلہ قائم و دائم ہے۔ چنگیزی ہلاکت خیزی اور اس کے لائے ہوئے سیلاب بلا میں صوفیائے کرام کی بہ سرگرمی تھی کہ عالم اسلام کے مظلوم مسلمانوں کو ایک طرف دولت عزیمت بخشی اور دوسری طرف اسی سیلاب ہلاکت کو ایک نئی زندگی بخشنے کی تدبیروں میں لگ گئے اور نہایت کامیاب انقلاب برپا کر دیا۔ یعنی اس پاکباز جماعت نے ان سفاکوں اور خونریزوں کو اپنی شخصیت کی عظمتوں کے توسل سے اسلام کی صداقتوں کو سمجھانے میں کامیابی حاصل کر لی اور ان صنم کدوں میں کعبہ کے پاسبان ڈھونڈ لیے۔

اکبری فتنہ اور جہانگیری فسق کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی روحانیت نے شکست دی۔ آج پھر انھیں صاحبان عزیمت کی ضرورت ہے۔ آج ضرورت ہے کہ صوفی عالم ہوں اور عالم صوفی ہوں۔ لیکن صاحب استعدادِ اعلیٰ اور صوفی صفائے باطن کا معیاری شخص ہو اہلِ خانقاہ کے لئے علم و عمل کے ساتھ باہمی مسلسل مخلصانہ رابطہ ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایثار و فیاضی بھی ضروری عنصر ہیں۔ عزت نفس کے ساتھ احترام غیر کا ضرور خیال رہے۔"

حضرت کا تدبر۔ فہم و فراست۔ جودت و ذکاوت، نیز اصابت فکر و رائے بہت وسیع ہے اور طرز استدلال نہایت باوزن۔ مشکل سے مشکل معاملات و مسائل کو بڑے آسان پیرائے میں بیان فرما دیتے ہیں۔

حضرت کے خلفاء

حضرت شیخ طریقت کے خلفاء میں کچھ حضرات کے اسمائے گرامی جو تبلیغ دین اور اشاعت کے سلسلہ میں سرگرم عمل ہیں :-

(۱) خطیب اعظم حضرت علامہ مولانا سید کلیم اشرف ولی عہد سجادہ نشین (۲) حضرت مولانا سید اجمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ جہانگیریہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف۔ (۳) حضرت مولانا سید علیم اشرف (۴) حضرت مولانا سید انوار اشرف ابن سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ شریف، (۵) شہزادہ رزق اللہ شاہ، (۶) حضرت عبدالوھاب رزقی اشرفی عرف دادا بابو کوڑی نار شریف (گجرات) (۷) مجاہد سنت مولانا ظہور احمد اشرفی سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف (راجستھان (۸) مولانا ابوبکر اشرفی باسنی (ناگور شریف)، (۹) مولانا سید محمد علی اشرفی لاڈنو شریف، (۱۰) مولانا سید ظہور علی اشرفی کھاٹو شریف (راجستھان) (۱۱) مولانا سید ایوب اشرفی، (۱۲) مولانا نسیم صدیقی اشرفی بھاگلپوری حیدر آباد (آندھرا)، (۱۳) مولانا فرحت زبیری اشرفی، کلکتہ (بنگال)، (۱۴) مولانا خورشید اشرفی بھدوئی۔ (۱۵) مولانا ابوالحقانی احمد حسین رضوی اشرفی مدھوبنی (بہار) (۱۶) مولانا عظمت اللہ حشمتی اشرفی سلطان پور، (۱۷) حضرت خلیفہ علی احمد اشرفی سید پور (بنگلہ دیش)، (۱۸) صوفی اسرافیل اشرفی نیلفاماری (بنگلہ دیش) (۱۹) صوفی شاہ سلطان عالم اشرفی، ڈھاکہ (بنگلہ دیش)، (۲۰) مولانا قاری مقبول احمد اشرفی (ماریشش)، (۲۱) مولانا عبدالمطلب اشرفی (ماریشش)، (۲۲) خلیفہ نور محمد اشرفی بھیونڈی (بمبئی)، (۲۳) خلیفہ شیخ انور اشرفی بھدوہی (بنارس)، (۲۴) مولانا فخرالدین اشرفی بھاؤنگر (سوراشٹر)۔ اور الحمد للہ حضرت نے اس راقم الحقیر کو بھی اجازت

و خلافت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرتِ شیخ طریقت کی عمر عزیز میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے فیوض و برکات، رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کو جاری و ساری رکھے۔ آمین تاکہ حضرت کے خلفاء، مریدین اور متوسلین روحانی فیوض و برکات سے تا دیر مالا مال ہوتے رہیں۔

والسلام مع الاکرام

(مولانا) ایس۔ ایم۔ احمد اشرف اشرفی الج

انچارج

مخدوم اشرف اکیڈمی جائس

(رائے بریلی)

حضرت مؤلف سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جائس مدّ ظلہ العالی کے حالاتِ زندگی

خانوادۂ اشرفیہ تارک السلطنت، غوث العالم، محبوب یزدانی حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عالمی روحانی مشن کے فروغ اور اپنی جانشینی کے لئے اپنے بھانجے حضرت عبدالرزاق نورالعین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب فرماکر اپنی فرزندی میں لے لیا اور تمام کمالات ظاہری و باطنی کا مظہر اتم بنادیا۔ حضرت نورالعین رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دسویں پشت میں، آپ کے شہزادے حضرت سید تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ اس طرح آپ نسباً جیلانی اور ارادۃً اشرفی ہوکر مجمع البحرین ہوگئے۔ آپ کی نسل ہی "خاندانِ اشرفیہ" سے معروف ہوئی جس کا سلسلہ آپ کے تین فرزندوں سے چلا (۱) خلف اکبر حضرت سید شاہ حسن اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت سیّد شاہ حُسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت سید شاہ حاجی احمد اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں نسلوں سے سجادہ نشین اور مراسم عرس کا سلسلہ جاری ہے۔

خلف اکبر سے موجودہ سجادہ نشین شیخ المشائخ حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ہیں۔

خلف ثانی سے موجودہ سجادہ نشین مولانا سید ظفرالدین اشرف اشرفی جیلانی ہیں اور خلف ثالث حضرت شاہ سید احمد اشرفی جیلانی صاحب ولایت جائس سے موجودہ سجادہ نشین "محبوب یزدانی" کے مؤلف شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج سید شاہ نعیم اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ہیں۔

مشاہیر خانوادہ اشرفیہ

خانوادۂ اشرفیہ کے علماء و مشائخ کی شہرت و مقبولیت نیز علمی اور روحانی خدمات محتاج بیان نہیں۔ پچھلی چھ صدیوں میں نامور مشاہیر علماء و مشائخ کی اتنی لمبی فہرست اور عظیم کارناموں کا اتنا طویل ریکارڈ، ایک ہی خانوادہ میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہی ایک خصوصیت کافی ممتاز ہے۔ "اخبار الاخیار" سے لے کر "نزھۃ الخواطر" اور "آئینۂ اودھ" تک نیز درمیانی اور موجودہ تذکروں میں تقریباً ۲۷ مشاہیر کا ذکر جمیل ملتا ہے۔ بانیٔ ادارہ فرنگی محل حضرت مولانا نظام الدین فرنگی محلی کے سلسلۂ اساتذہ میں حضرت مولانا سید اشرف قلی اشرفی جیلانی جائسی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے۔ حضرت مولانا سید باقر اشرفی جیلانی ملقب بہ فاضل جائسی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء و اساتذہ فرنگی محل کے ایماء پر "شرح عقائد جلالی" پر ایک مبسوط حاشیہ تحریر فرمایا جس میں حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی کی بعض تحقیقات کے خلاف تحقیق فرمائی تھی۔ جو انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں مطبوع ہوا تھا۔ حضرت مولانا غلام مصطفےٰ اشرفی جیلانی عرف مُلّا باسو جائسی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا شاہ علی حسن اشرفی جیلانی جائسی۔ حضرت مولانا سید امام اشرف اشرفی جیلانی جائسی۔ حضرت مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حتیٰ کہ فرنگی محل کی تاسیس سے صدیوں پیشتر حضرت مولانا سید امین اشرف جائسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شاہانِ شرقی کا یہ فرمان اب بھی ریکارڈ میں ہے "کہ کسی ایسے فتویٰ کو صادر نہ کیا جائے جس پر حضرت مولانا سید امین اشرف جائسی کی مہر و دستخط نہ ہو۔"

گذشتہ صدی میں خلفِ اکبر کی اولاد سے شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کے مخدومی مشن کو عالمگیر وسعت دی۔ اشرفی پرچم ہر سو لہرا دیئے۔ ان کے فرزند جمیل حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال اور ان کے نواسے حضرت مولانا سید محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی کے زورِ خطابت نے اور فروغ دیا۔

کچھوچھہ شریف میں ان جلیل القدر نابغۂ روزگار علمی و روحانی ہستیوں کے فرزندوں اور جانشینوں نے 'محبوب یزدانی' کے آفاقی پیغام کو عام کرنے کا سلسلہ بحسن و خوبی جاری رکھا اور الحمدللہ اب بھی جاری ہے، مگر خانوادۂ اشرفیہ جائس تقریباً نصف صدی سے عزلت و گمنامی میں رہا تا آنکہ سجادۂ اشرفیہ رزاقیہ احمدیہ پر وہ ذات جلوہ گر ہوئی، جس نے خانوادۂ اشرفیہ کی شان کو نئی زندگی عطا کی، اس شاخ کے چراغ کی ٹمٹماتی لَو کو تیز کیا۔ خاندانی وقار کو جلا بخشا۔ خانقاہی نظام کو برپا کیا۔ محبوب یزدانی کے روحانی آفاقی پیغام کی جائس نشرگاہ کے تاروں کو درست کیا۔ المختصر اس صدی میں جس نے جائس میں احیاء کا کارنامہ نہایت اولوالعزمی سے انجام دیا۔ وسائل کی کمی، مصائب کے ہجوم اور اعداء کی پیہم یورش کے باوجود جس کی نگاہ بلند رہی، سخن دلنواز رہا۔ جاں پُرسوز رہی۔ جو تاریکی میں ایک مینار نور رہا۔ جسے محبوب یزدانی نے خاندانِ اشرفیہ کا ایسا چراغ بنایا جو چراغ سے چراغ روشن کرتا رہا اور اس ذات گرامی کا نام نامی ہے سید نعیم اشرف اشرفی جیلانی۔ جو 'محبوب یزدانی' کتاب کے مؤلف بھی ہیں اور مخدومی اشرفی جہانگیری مشن کے داعی اور مبلغ بھی۔

حضرت المؤلف

یہ شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج سید شاہ نعیم اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جائس ۱۹؍ اپریل ۱۹۲۵ء کو اپنے نانا حضرت علامہ سید شاہ نقی اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین جائس کے گھر پیدا ہوئے۔ علمی۔ عرفانی روحانی ماحول میں آنکھ کھولی اور پروان چڑھے۔ فراغت اور آسودگی کی فضا میں پرورش ہوئی۔ حضرت کے نانا بلند پایہ عالم، نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ کے دو بھائی اور تھے۔ حضرت شاہ حکیم سید یحیٰ اشرف اور حضرت سید شاہ حبیب اللہ اشرف اشرفی جیلانی۔ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک ڈگھیہ رائے بریلی میں شاہ کمال اشرف کو منسوب ہوئیں۔ دوسری حضرت مؤلف کی والدہ مخدومہ۔ جو نہایت تقویٰ شعار عابدہ زاہدہ تھیں۔ آپ کی شادی حضرت سید شاہ عبدالقیوم اشرف اشرفی جیلانی سے ہوئی جو صاحب علم و فضل، انتہائی

پرہیزگار عابد شب زندہ دار اور مقبول و مستجاب تھے۔ آپ بھی حضرت شاہ احمد
جائسی علیہ الرحمۃ کی نسل سے ہیں مگر کئی پشت کچھوچھہ شریف میں رہی۔ آپ کا وہی آبائی مکان
ہے۔ اپنے خسر حضرت صاحب سجادہ علیہ الرحمۃ کی خواہش پر جائس رہے۔ انھیں دونوں
بزرگوں سے یہ چوکھٹ آباد ہوئی۔ سجادہ کی رونق بڑھی۔ بوستان اشرفیہ میں بہار آئی۔

تعلیم

حضرت مؤلف مدظلہ العالی کی رسم تسمیہ خوانی آپ کے نانا حضرت علامہ شاہ نقی اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی اور تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ چھ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن شریف ختم کیا۔ اسی عمر میں نماز کا طریقہ اور متعدد آیات شفاء و دعائیں یاد کرادی گئیں۔ فارسی تعلیم کی ابتداء حضرت نانا صاحب علیہ الرحمۃ سے ہوتی۔ گلستان۔ اخلاق محسنی حکیم احمد اشرف صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھی جو خانوادے کے ایک فاضل شخص تھے۔ اخلاق محسنی کا کچھ حصہ حکیم سید مبارک حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سے پڑھا۔ بوستان سکندر نامہ مینا بازار قاضی میر محمد جائسی سے پڑھی۔ پھر درس نظامی شروع ہوا۔ مولانا غلام مصطفیٰ وارثی جائسی سے صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر استاذ العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری برادر کلاں حضرت علامہ مفتی عبد الرشید خاں صاحب اشرفی ناگپوری علیہ الرحمہ سے کافیہ اور نصاب کی دوسری کتابیں پڑھیں۔ مولانا موصوف نے کافیہ زبانی یاد کرادی تھی۔ فہم مسائل کے ساتھ انھیں ایام میں ایک بار حضرت کو ٹائیفائیڈ ہوگیا۔ بخار نے سرسامی شکل اختیار کرلی۔ اسی عالم میں آپ کافیہ کی عبارت پڑھنے لگے۔ مخدومہ والدہ صاحبہ سخت پریشان ہوئیں کہ پڑھ تو رہے ہیں عربی مگر نہ تو قرآن شریف ہے نہ دلائل الخیرات۔ آخر یہ کیا۔ انھوں نے اپنے عم زادہ حکیم مولانا سید حسن اشرف کو بلایا۔ وہی معالج بھی تھے۔ انھوں نے تسلی دی کہ آج کل جو کتاب زیر درس ہے اسی کو اس کیفیت میں پڑھ رہے ہیں۔ طب کی کتابیں بھی زیر درس ہیں۔

حضرت امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین اشرفی سے شرح جامی، شرح وقایہ و دیگر معقولات و منقولات کی کتابیں پڑھیں۔ لکھنؤ میں بھی حصول علم کے لئے دو سال قیام رہا

اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ آپ کے اکتساب علم کا نقطۂ عروج آیا۔ جب مخدوم الملت حضرت محدث اعظم ھند علیہ الرحمہ (جو جائنی رشتہ سے آپ کے قریبی ماموں اور پھوپھی رشتہ سے خسر تھے) سے تفسیر و حدیث کی تکمیل فرمائی۔ خود فرماتے ہیں کہ رفاقت تلمذ کے یہ دو۲ سال نہایت گراں بہا سرمایہ رہے۔ اس علم و عرفان و آگہی کے بحر بیکراں سے خوب سیراب ہوئے۔

بیعت

۱۹۳۷ء میں اپنے نانا اور مربی خاص حضرت علامہ سید شاہ نقی اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سے بیعت ہوئے۔ یہ حصول علم ہی کا دور تھا۔ مرشد برحق نے دو۲ قانون نافذ فرمائے (۱) کھانا اور ناشتہ حضرت کے ساتھ کریں۔ (۲) درس کے بعد حضرت سے مل کر پھر مکان میں داخل ہوں۔ ان دو احکام نے حضرت مؤلف کی تعمیر تعلیم و تربیت کے استحکام میں بہت مفید اور اہم رول ادا کئے۔ حضرت مرشد برحق کا طرز بیان بڑا دلنشین اور پر اثر تھا۔ انداز تربیت نہایت شستہ اور معیاری تھا۔ کھانے کی کوئی چیز اس وقت تک تناول نہ فرماتے جب تک آپ یہ نہ معلوم فرمالیتے کہ گھر کے سب افراد حتیٰ کہ ملازمین تک کو مل چکا یا ملے گا۔ نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتے۔ معمولات غیر معمولی اہتمام اور پابندی سے ادا فرماتے تھے اور اس کی تاکید بھی فرماتے۔ حضرت بچپن سے ایک نصیحت برابر فرمایا کرتے تھے کہ اس طرح رہنے کے خوگر ہو کہ کہیں اور کسی وقت بھی تمھیں دیکھنے والے کو افسوس اور تم کو شرمندگی نہ ہو۔

خلافت اور سجادہ نشینی

۱۹۴۷ء میں حضرت مرشد برحق سخت علیل ہوئے۔ مریدین مزاج پرسی کے لئے بکثرت آتے تھے تو حضرت فرماتے۔ میرے بعد سجادہ نشین میرے نواسے نعیم اشرف ہوں گے اور مریدین سے بطور خاص ملواتے۔ حضرت مؤلف مدظلہ العالی نے ان دنوں اپنے نانا علیہ الرحمہ کی خدمت میں بیش از بیش وقت گذارا۔ غیر حاضر ہوتے تو طلب کئے جاتے۔ نانا نے اپنے عزیز ترین نواسہ کو اپنی گراں بہا عمر فیض بخش کے آخری ایام میں خوب خوب نوازا۔ نواسہ نے اپنے نانا کے دربار دُربار سے علم و عرفان اور فیض و کرم کے موتی خوب چُنے۔ آخر کار شفیق نانا نے اپنے